

مصنف کا تعارف: رضاعلی عابدہ ولادت: ۳ نومبر ۱۹۳۵ء

رضاعلی عابدی روڑکی، ضلع ہری دوار (اُتر کھنڈ، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا تعلق لکھنؤ سے تھا۔ ۱۹۵۰ء میں کراچی (پاکستان) آ گئے۔ انھیں بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا شوق تھا چنانچہ طلب علمی کے زمانے میں ہی اپنے زور مطالعہ کی مدد سے فنِ خبرنگاری سے مکمل واقف ہو چکے تھے جس کی بنا پر انھوں نے بیس برس کی عمر میں پہلی بار بائیں ہاتھ سے انگریز خبر کا ترجمہ کیا۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے عرصے میں وہ عملی طور پر روزنامہ ”حریت“ کے ساتھ منسلک تھے، چنانچہ جنگ کے تمام حالات و واقعات کو روزنامہ ”حریت“ میں رپورٹ کرتے رہے۔

اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے برطانیہ چلے گئے اور پھر وہیں ۱۹۷۲ء میں بی بی سی سے منسلک ہو کر عملی زندگی کا آغاز کیا اور کچھ ہی عرصے میں بی بی سی کے پروگراموں کو اس دل نشیں انداز میں پیش کیا کہ دنیا بھر کے اُردو بولنے والوں کے دلوں میں اُردو کی قدر و منزلت بڑھادیا اور اسی پلیٹ فارم سے ریڈیائی پروگراموں کی وجہ سے خاصی شہرت پائی، جہاں سے وہ ۱۹۹۶ء میں ریٹائر ہوئے۔

رضاعلی عابدی جنھیں اُردو، سندھی، گجراتی، فارسی اور انگریزی کی زبانوں پر بڑا عبور حاصل ہے، بڑے بسیار نویس ہیں۔ وہ تادم تحریر تیس سے زیادہ کتابیں تصنیف کر چکے ہیں جن میں ”جرنیلی سڑک، شیر دریا، جہاز کی بھائی، چھل سفر، کتب خانہ، اُردو کا حال، اپنی آواز، کتابیں اپنے آبا کی اور جانے پہچانے“ شامل ہیں۔ ان میں سے نصف تصانیف کے مخاطب بچے ہیں۔

یوں تو رضاعلی عابدی کی ہر تصنیف ہی اہم ہے مگر اس وقت ہمارے روئے سخن اُن کے سفر نامے ”جرنیلی سڑک“ کی طرف ہے۔ یہ طویل جرنیلی سڑک جسے ”جی ٹی روڈ“ بھی کہا جاتا ہے اور جو موجودہ بنگلہ دیش کو افغانستان سے ملاتی ہے، براعظم کے حکمران شیر شاہ سوری (۱۵۳۵ء-۱۵۴۲ء) نے اپنے دورِ اقتدار میں تعمیر کرایا تھا۔ اس سڑک کی چھان بین میں رضاعلی عابدی نے ایک ماہ تک مسلسل سفر کیا۔ اس کتاب میں جرنیلی سڑک پر واقع تمام اہم آبادیوں، اُن کی وجہ تسمیہ اور ثقافت کا تذکرہ ہے۔ مصنف کی یہ تحریر طنز و مزاح، اُداسیوں اور خوشیوں کے مختلف رنگوں سے مزین ہے۔

مرکزی خیال

رضاعلی عابدی صاحب کے اس سفر نامے میں انھوں نے مختلف مقامات کا سفر جرنیلی سڑک سے کیا۔ دورانِ سفر قدیم تاریخ، تاریخی عمارتیں، تاریخی کرداروں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ جدید تبدیلیوں پر بھی خوب نکتے اُٹھائے ہیں۔

خلاصہ

یہ معلوماتی کہانی مشہور مصنف رضاعلی عابدی صاحب جو بسا اوقات بھی کہلاتے ہیں۔ ان کی تصنیف ”جرنیلی سڑک“ سے لی گئی ہے۔ کہتے ہیں: یہ جرنیلی سڑک عجیب سی سڑک ہے۔ اگر آپ اس پر چلتے جائیں تو اس کی راہ میں جتنے منظر آتے ہیں وہ شاید ہی کہیں آتے ہوں۔ اس پر چلتے ہوئے ایک آباد سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ آپ کے ساتھ چلتی ہے۔ سڑک کے منظروں میں کہیں حیرت اور کہیں عبرت دکھائی دیتی ہے۔ جب میں اس سڑک پر پشاور سے چلا تو قلعہ بالا حصار کے نیچے ایک پتھر پر ”شاہراہ پاکستان“ لکھا تھا اور اس پر کسی وزیر کا نام بھی کندہ تھا۔ وادی پشاور بہت سرسبز نظر آرہی تھی۔ کبھی ریلوے لائن سڑک کے قریب آ جاتی تھی کبھی بستیاں بھی آتیں اور گزر جاتیں۔ رمضان کا مہینا تھا اس لیے چائے خانے بند پڑے تھے۔ چلتے ہوئے اچانک ہی دریائے کابل آ گیا جس سے یہ اندازہ ہوا کہ یہ نوشہرہ کے قریب پہنچنے کی پہچان تھی۔ یہ شہر شاید بادشاہ اکبر نے آباد کیا تھا۔ یہاں

نوتہرہ خوردا اور نوشہرہ کلاں دو گاؤں تھے۔ ایک سرائے بھی تھا جہاں بادشاہ جہانگیر ٹھہرا تھا۔ ایک قلعہ بھی تھا۔ اب ہم دریا کے ساتھ ایک چھوٹے سے گاؤں ”لاہور“ پہنچے جو آج بھی آباد ہے۔ شکر کے نواح کا سب سے بڑا عالم پانپنی اسی گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس سے تھوڑا آگے گاؤں ”بند“ تھا جو کبھی قندھارا کا پایہ تخت تھا۔ وہیں آکر سکندر اعظم نے دریائے سندھ پار کیا تھا اور چلیکھرخان دریا کا پایہ دیکھ کر واپس مڑ گیا تھا۔ اسی جگہ پر محمود غزنوی نے راجا جے پال کو شکست دی تھی۔ تاریخ دانوں نے اس جگہ کو ہندوستان کا دروازہ کہا تھا مگر اب یہ ایک گم نام سا گاؤں ہے۔ اچانک ہی خیر آباد آ گیا۔ دریائے سندھ شاہانہ انداز میں بہہ رہا تھا۔ اس کے دوسرے کنارے پر عظیم الشان قلعہ انک تھا۔ یہ قلعہ چار صدیوں کا گواہ ہے۔ اب اس قلعے میں فوج رہتی ہے۔

یہاں سے ہماری گاری نئے پل کے ذریعے آگے بڑھی۔ انگریزوں کے دور کا لوہے کا پل بھی سامنے نظر آ رہا تھا۔ موٹر گاڑیاں نئے پل پر چلتی ہیں اور ریل گاڑیاں لوہے کے پرانے پل پر۔ کہتے ہیں انک کا یہ نام اکبر بادشاہ نے رکھا تھا۔ اسے نام رکھنے کا بہت شوق تھا۔ وہ خوب صورت مقامات کا دل دادہ تھا۔ اسی طرح ایک خوب صورت مقام دیکھ کر اس کے منہ سے ”واہ“ نکلی تو اس کا نام ”واہ“ رکھ دیا۔ چلتے ہوئے دریائے سندھ کے کنارے اس کا قافلہ انک گیا وہ جگہ انک کہلائی جب قافلہ جب خیر سے پار اتر گیا تو نام ”خیر آباد“ رکھا۔ اکبر نے اپنے پیش رو شیر شاہ سے بہت کچھ سیکھا۔ شیر شاہ کی مملکت بہار سے پنجاب تک پھیلی ہوئی تھی۔ بہار میں قلعہ روہتاس تھا۔ دوسرے سرے میں پنجاب میں شیر شاہ نے لگھروں کی زمین پر قلعہ بنوایا تو اس کا نام بھی روہتاس رکھا۔ اکبر ایک شہر کے دریا کو کشتیوں کے ذریعے دریا پار کروانے کے لیے بنارس سے ملاح لایا اور اس خیال سے کہ وہ اب اسی جگہ کو اپنا وطن سمجھیں اسے ”انک بنارس“ کا نام دے دیا۔ ملاحوں کے لیے ایک محلہ بنایا جس کا نام ”ملاحی ٹولہ“ رکھا۔ وہاں پرانے ملاحوں کی اولادیں اب تک آباد ہیں۔ اس کے پاس ہی جہانگیر بادشاہ کے زمانے کی سرائے ہے جو بہترین حالت میں آج بھی موجود ہے۔ قلعہ انک مختلف حکومتوں کی چھینا جھپٹی کے بعد آج تک قائم ہے۔ یہاں دریا پار پنجاب کے علاقے میں داخل ہونے والی گاڑیوں کی تلاشی لینے اور سرسبز ایکسپریس کا قافلہ لے جانے میں حسن ابدال آتا ہے۔ مغل مورخین لکھتے ہیں کہ لاہور سے کابل کی شاہراہ پر یہ حسین ترین مقام ہے۔ مگر آج وہاں جھرنوں کے شور اور چڑیوں کی چہکار سے زیادہ ہونٹوں کے لاؤڈ سپیکروں پر گونجتی فلمی گانوں کی آوازیں ہیں۔ ایک طرف سکھوں کا مشہور گردوارہ پنجہ صاحب اور دوسری طرف بابا ولی قندھاری کی چلہ گاہ ہے۔ کہتے ہیں کہ کشمیر کی طرف مڑ جانے والی سڑک پر اکبر کی بیٹی لالہ رُخ کی قبر ہے۔ حسن ابدال کے قریب اس مغل باغ کے آثار آج بھی موجود ہیں جہاں سے جہانگیر نے مچھلیاں پکڑیں اور پھر ان کی ناک میں موتی پرو کر پھر سے تالاب میں چھوڑ دیا تھا۔ یہیں وہ بڑی سی چٹان بھی ہے جہاں ناک کے پتے کا نشان ہے۔ آگے بڑھیں تو واہ کینٹ سے جہاں مغلوں کی بہت بڑی باؤلی آج بھی موجود ہے۔ اب لوگ پمپ کے ذریعے یہاں سے پانی کھینچتے ہیں۔ واہ سے آگے سرائے کالا ہے جہاں کالے پتھر کی کوئٹیاں فروخت ہوتی ہیں اور یہ سرائے کالا کی پہچان ہے۔ مغلوں کے دور کی سرائیں تو اب نہیں رہیں مگر ان کی بستیوں کے نام کے ساتھ سرائے لگا ہوا ہے۔ ٹیکسلا ہندوستان کے تاج میں جزا علم کا وہ گمینہ ہے جہاں گیان دھیان کی کرنیں ایک عالم کو منور کیا کرتی تھیں۔ اس گزرگاہ سے چین، افغانستان، وسطی ایشیاء، ایران اور ایشیائے کوچک سے قافلے گزرے ہوں گے۔ ازاں بعد انگریزوں نے گرینڈ ٹرنک روڈ کی تعمیر شروع کی تو انجینئروں نے آنے جانے کی آسانی کے لیے پہاڑی میں دروازہ کاٹ کر راستہ بنادیا۔ البتہ پتھر پر اب بھی اکبر کی سڑک جو اس نے کابل پر حملے کے لیے بنائی تھی کے آثار موجود ہیں۔ درے کے اوپر نکلسن کی لاٹ میلوں دور سے نظر آتی ہے۔ نکلسن کو ہمارے پٹھانوں کے علاقے کا منتظم بنا کر بھیجا تھا اور ۱۸۵۷ء میں برطانوی فوج نے جب دلی کا محاصرہ کیا تو اس محاصرے کو توڑنے کے دوران وہ زخمی ہو کر مارا گیا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شعور	سمجھ بوجھ، سلیقہ مندی	معاشرت	رہن، بہن

شریک راز	راجہ ودان، مراد وار	عبرت	سبق حاصل کرنا
مملکت	سلطنت، حکومت	شاہراہ پاکستان	پشاور سے آنے والی سڑک
روایت	پرانی رسم	چائے خانے	چائے پینے کے ٹھکانے
تمازت	تپش، گرمی کی شدت	کابل	افغانستان کا شہر
نوشہرہ خورد	ایک چھوٹا شہر	قلعہ بالا حصار	پشاور کا قدیم قلعہ
بھگانا	دھکیلنا، گرانا	سرائیں	جہاں مسافر ٹھہرتے ہیں
قافلوں	سفری گروہ	سنکرت	ہندوؤں کی پرانی مقدس زبان
قواعد	قانون، اصول، گرامر	عالم پابینی	سنکرت کا ایک سکالر
معیشت	معاشی صورت حال، روزگار	گندھارا	ایک قدیم ریاست جو خیبر پختونخوا اور پوٹھوہار کے کچھ علاقوں پر مشتمل ہے
پایہ تخت	دراڑ حکومت	دھندلی	جوصاف دکھائی نہ دے، مدھم
شاہانہ انداز	بادشاہوں کا سا انداز	انک بنارس	انک میں ایک محلہ
عینی شاہد	آنکھوں دیکھا گواہ	چشم دید گواہ	عینی شاہد
وعائیں دم	مشکل وقت میں دعا کرنا	بے ساختہ	بے اختیار
پیش رو	آگے چلنے والا	مملکت بہار	بہار کی حکومت
شگاف	دراڑ، پھٹا ہوا	انک	ایک شہر کا نام
ملاحی ٹولہ	کشتی چلانے والا گروہ	باؤلی	ایک لمبا چوڑا کنواں جس میں سیڑھیاں ہوتی ہیں
آثار	نشان، نقوش	چھینا جھٹی	زبردستی کسی شے کو حاصل کرنا
مستعدی	آمادگی، تیاری	مشقت	محنت، ریاضت
گیان	دماغ کی عقل، سمجھ بوجھ	عظیم الشان	بڑی شان و شوکت والا
مٹولی	مٹوانی	پڑاؤ	ٹھہرنے کی جگہ
مغل مؤرخ	مغلیہ تاریخ لکھنے والا	جھڑنوں	آبشاروں، پہاڑوں، چشموں سے نکلنے والا پانی
نیچے صاحب	سکھوں کا گردوارہ	بابا ولی قندھاری	ایک مسلمان درویش
عالم شباب	جوانی کا وقت	طامس مور	ایک انگریز وکیل اور سماجی فلسفی
عقیدہ	مذہبی یقین	سیراب	سرسبز و شاداب
کوٹھیاں	مٹی یا پتھر کی بنی ہوئی دوریاں	کھنڈر	ویران ٹوٹے پھوٹے مکان وغیرہ

مردم شماری	آدمیوں کی گنتی	ان گنت	بے شمار
لاؤ لشکر	فوج معہ سلاخ و سلامان	لشکر جبار	بہت بڑی فوج
تاحہ نگاہ	جہاں تک نظر جاتی ہو	بہو پار	سوداگر، تجارت کرنے والا
گہرا درہ	دو پہاڑیوں کے درمیان گھاٹی	والاں	صحرا، آنگن
مطب	دواخانہ	عالم سے بے خبر	جہان سے بے خبر

پیرا گراف کی تشریح

پیرا گراف 1: یہیں وہ بڑی سی چٹان ہے جس کے بارے میں سکھوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسے بابا ولی قندھاری نے پہاڑی کے اوپر سے لٹکا دیا تھا اور نیچے بابا گروناک نے چٹان کو اپنے ایک بچے پر روک لیا تھا۔ چٹان پر ناک کے بچے کا نشان بن گیا تھا جو آج تک موجود ہے۔ تاریخ کا حساب رکھنے والے کہتے ہیں کہ جب گروناک پشاور جاتے ہوئے حسن ابدال آئے تھے، بابا ولی قندھاری اس سے بہت پہلے نہ صرف حسن ابدال سے بلکہ اس عالم فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ پانچویں انگلیوں کا یہ نشان حسن ابدال والوں نے تراشا تھا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
عقیدہ	یقین	عالم فانی	ختم ہونے والی دنیا
چٹان	بھاری پتھر کا پہاڑ	تراشا	کھودنا

حوالہ متن: سبق کا عنوان : لڑی میں پروئے ہوئے منظر

مصنف کا نام : رضا علی عابدی

سیاق و سباق: یہ اقتباس سبق ”لڑی میں پروئے ہوئے منظر“ رضا علی عابدی کے سفر نامہ ”جرنلی سڑک“ سے لیا گیا ہے۔ عابدی صاحب نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں صحافت اور براڈ کاسٹنگ میں خوب نام کمایا۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں انھیں وطن عزیز کے طول و عرض کے اسفار کرنے پڑے۔ انھی سفری ڈاکو میٹریز کو انھوں نے کاغذ پر اتارا اور یوں ”جرنلی سڑک“ کے نام سے دلچسپ اور معلوماتی تصنیف وجود میں آ گئی۔

تشریح: رضا علی عابدی نے برصغیر کی معروف تاریخی شاہراہ: جی ٹی روڈ اور دریائے سندھ کے کنارے کیے گئے اپنے سفروں کو کہانیوں کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اپنے روڈ ٹرک کے قاری کو ماضی کی سیر کراتے ہوئے حال تک کمال مہارت سے سیر و تفریح کراتے ہیں۔ پاکستان کے مختلف خطوں، حصوں، علاقوں، شہروں اور قصبوں کی تاریخی، ثقافتی، علمی، مذہبی اور مذہبی پس منظر سے آگاہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ سولہویں صدی میں شیر شاہ سوری نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تو اس کی ترجیحات میں 2500 کلومیٹر طویل قدیم سڑک جی ٹی روڈ کی تعمیر نو تھی، جو کابل سے لے کر کلکتہ تک پھیلی ہے۔ اس سڑک کے ذریعے سرکاری پیغام رسانی اور تجارت کو مؤثر اور تیز تر بنایا گیا۔ روایت ہے کہ اس سڑک کا پہلے نام جرنلی سڑک تھا جو بعد میں انگریزوں کے دور حکمرانی میں بدل کر جی ٹی روڈ یعنی گرینڈ ٹرک روڈ رکھا گیا۔ سیکڑوں برس پہلے اس سڑک کا گزر کابل سے ہوتا ہوا پہلے لاہور پھر دہلی سے ہو کر بالآخر کلکتہ جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی سڑک پر ایک پر فضا مقام حسن ابدال آتا ہے۔ یہاں پر سکھوں کا ایک مقدس مقام گوردوارہ پنجہ صاحب واقع ہے۔ پنجہ صاحب کے پیچھے ایک روایت ہے کہ کشمیر جاتے ہوئے بابا گروناک دریائے سندھ سے بیس کوس کے فاصلے پر ایک اونچی سے پہاڑی کے نزدیک حسن ابدال شہر کے پاس ڈیرہ لگائے بیٹھے تھے کہ بھائی مردانہ کو پیاس لگی۔ اس پر گروناک نے کہا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر ایک مسلمان فقیر ولی

قندھاری رہتا ہے اس کے پاس پانی ہے تو جا کر وہاں سے پانی مانگ کر لا۔ جب بھائی مردانہ نے پہاڑ کی چوٹی پر جا کر اپنی عرص بیان لی تو ولی قندھاری نے کہا کہ اگر بابا نانک اتنا ہی بزرگ ہے تو تیری پیاس کیوں نہیں بجھاتا؟ لہذا اپنے نانک سے پانی مانگ۔ جب بھائی مردانہ پیاس سے نڈھال ہو کر نیچے بیچے اور بابا گرو نانک کو ولی قندھاری کے انکار سے آگاہ کیا تو کہا جاتا ہے کہ بابا نانک نے بھائی مردانہ کو پھر ولی قندھاری کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم مہمان ہیں۔ پانی دینے سے دوبارہ انکار کیا گیا تو بابا گرو نانک نے جلال میں آ کر اپنی چھڑی زمین پر ماری، چھڑی الٹنے کی دیکھی کہ پانی بہہ نکلا جس سے اوپر پھرتی پر موجود ولی قندھاری کا چشمہ خشک ہو گیا۔ ولی قندھاری کو غصہ آیا اور انھوں نے ایک بھاری چٹان نیچے بابا گرو نانک کی جانب لڑھکا دی۔ بابا گرو نانک نے چٹان کو اپنے ہاتھ سے روک لیا مگر اس پر بابا گرو نانک کے ہاتھ کا نشان پنے کی صورت میں ثبت ہو گیا۔ بابا ولی قندھاری نے بابا گرو نانک سے معافی مانگی جس پر گرو نانک یہ کہہ کر وہاں سے چل دیے کہ ”سکبر چھوڑ عاجزی اختیار کر“۔ تاہم، تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ بابا ولی قندھاری بابا گرو نانک کے حسن ابدال جانے سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ ان کا خیال ہے کہ چٹان پر موجود نشان حسن ابدال کے لوگوں نے بعد میں تراشا تھا۔

پیرا گراف 2: آپ اس پر چلیں اور شعور کی آنکھیں کھلی رہیں تو جتنے اور جیسے منظر اس راہ میں آتے ہیں، شاید ہی کہیں آتے ہوں۔ آپ چلتے جاتے ہیں اور ایک نہایت آباد سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ آپ کے ہم راہ چلتی ہے۔ کہیں حیرت آپ کے قدم سے قدم ملا کر چلنے لگتی ہے اور کہیں حیرت، منظر بدلتے جاتے ہیں مگر وہ لڑی نہیں بدلتی جس میں وہ سارے کے سارے پروئے ہوئے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شعور	سمجھ بوجھ	حیرت	حیرانی
معاشرت	مل جل کر رہنا	عبرت	سبق لینا

بیان و سابق:

یہ اقتباس سبق ”لڑی میں پروئے ہوئے منظر“ رضاعلی عابدہ کے سفر نامہ ”جرنلی سڑک“ سے لیا گیا ہے۔ عابدہ صاحب نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں صحافت اور براڈ کاسٹنگ میں خوب نام کمایا۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی کے سلسلے میں انھیں وطن عزیز کے طول و عرض کے سفر کرنے پڑے۔ انھی سفری ڈاکو میٹریز کو انھوں نے کاغذ پر اتارا اور یوں ”جرنلی سڑک“ کے نام سے دلچسپ اور معلوماتی تصنیف وجود میں آ گئی۔

تخریج:

رضاعلی عابدی نے برصغیر کی معروف تاریخی شاہ راہ: جی ٹی روڈ اور دریائے سندھ کے کنارے کیے گئے اسفار کو رودادوں کی صورت میں پیش کیا۔ سولہویں صدی میں شیر شاہ سوری نے جب ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی تو اس کی ترجیحات میں 2500 کلومیٹر طویل قدیم سڑک جی ٹی روڈ کی تعمیر نو تھی، جو کابل سے لے کر کلکتہ تک پھیلی ہے، تاکہ سرکاری پیغام رسانی اور تجارت کو موثر اور تیز تر بنایا جائے۔ اس سڑک کے بارے میں روایت ہے کہ اس سڑک کا پہلے نام جرنیلی سڑک تھا جو بعد میں انگریزوں کے دور حکمرانی میں بدل کر جی ٹی روڈ یعنی گرینڈ ٹرنک روڈ رکھا گیا۔ سیکڑوں سال پہلے یہ سڑک کابل سے گزرتی ہوئی پہلے لاہور پھر دہلی سے ہو کر بالآخر کلکتہ جا کر ختم ہوتی ہے۔ کابل افغانستان میں حکومتوں کا مرکز رہا، دہلی مغل بادشاہوں اور پھر کلکتہ انگریز سرکار کی حکومت کا ہیڈ کوارٹر بنا۔ یہ جرنیلی سڑک اٹھارویں صدی تک نقل و حمل اور تجارتی اعتبار سے انتہائی اہمیت اختیار کر گئی۔ جرنیلی سڑک کا گزر دو تین سال سے بھی زائد قدیم تہذیب کے مرکز نیکسلا سے بھی ہوتا ہے۔ اس سڑک کے کناروں پر مسافروں کے لیے سہولیات کی خاطر جگہ جگہ سرائے بنائے گئے اور سائے کے لیے درختوں سے سجایا گیا۔ جرنیلی سڑک وہ طویل اور متنوع شاہ راہ ہے جو مختلف ملکوں کو جوڑتی ہے۔ یہ صرف ایک سڑک نہیں ہے بلکہ تاریخ کی کہانی بیان کرتا ہوا سفر ہے۔ شاہ راہ کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے عقل و شعور رکھنے والے مسافر مختلف مناظر، آباد سرزمین کی معاشرت، معیشت اور تاریخ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس سڑک کا سفر حیرت، عبرت اور بصیرت سے بھرا ہوا ہے۔ یہ سڑک قوم کی وحدت اور یکجہتی کی علامت ہے۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں لوگ تجارت کی غرض سے مختلف ثقافتوں اور پس منظر سے آ کر ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں۔

- ۱۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔
- (i) مصنف کو بالا حصار سے نیچے آنے کے بعد ایک پتھر پر لکھا نظر آیا:
- (الف) شاہراہ ریشم (ب) شاہراہ پاکستان ✓ (ج) شاہراہ قدیم (د) شاہراہ جرنیل
- (ii) وادی پشاور نظر آرہی تھی:
- (الف) ریگ زار (ب) مرغزار (ج) ویران (د) سرسبز ✓
- (iii) مورخوں نے ہندوستان کا دروازہ کہا تھا:
- (الف) لنڈی کوتل کو ✓ (ب) پشاور کو (ج) ہنڈ کو (د) نوشہرہ کو
- (iv) انک کا نام رکھا تھا:
- (الف) محمود غزنوی نے (ب) شہاب الدین غوری نے (ج) اکبر اعظم نے (د) شیر شاہ سوری نے ✓
- (v) مسکوں کا مشہور گردوارہ واقع ہے:
- (الف) نوشہرہ میں (ب) انک میں (ج) حسن ابدال میں ✓ (د) واہ میں
- (vi) نوشہرہ کے قریب آجانے کی پہچان تھی:
- (الف) دریائے سندھ (ب) دریائے کابل ✓ (ج) دریائے ہرو (د) دریائے سون

جواب

(ب)	(vi)	(ج)	(v)	(د)	(iv)	(الف)	(iii)	(د)	(ii)	(ب)	(i)
-----	------	-----	-----	-----	------	-------	-------	-----	------	-----	-----

۲۔ سبق ”ابتدائی حساب“ کے متن کے مطابق دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

- (الف) مصنف کو (دور سے) وادی پشاور کیسی نظر آرہی تھی؟
جواب: مصنف کو دور سے پشاور کی وادی نہایت سرسبز نظر آرہی تھی۔
- (ب) محمود غزنوی نے راجا جے پال کو کس جگہ شکست دی تھی؟
جواب: محمود غزنوی نے پنجاب کے راجا جے پال کو ہنڈ کے گاؤں کے مقام پر شکست دی۔
- (ج) انک کا قلعہ کس دریا کے کنارے بنایا گیا تھا؟
جواب: انک کا قلعہ دریائے سندھ کے کنارے پر بنایا گیا ہے۔
- (د) وہ کون سا بادشاہ تھا جسے جگہوں کے نام رکھنے کا بہت شوق تھا؟
جواب: مغل بادشاہ اکبر کو مختلف مقامات اور جگہوں کے نام رکھنے کا بڑا شوق تھا۔
- (ه) مورخین کے نزدیک لاہور سے قابل جانے والی شاہراہ پر حسین ترین منزل کون سی ہے؟
جواب: مورخین کے نزدیک لاہور سے قابل جانے والی شاہراہ پر حسین ترین منزل حسن ابدال ہے۔

۳۔ درج ذیل الفاظ کے مترادف لکھیں۔

الفاظ	مترادف
پتھر	سنگ
حیرت	دل آویز
دل چپ	بستیاں
آبادیاں	حدود
شوق	لگن
حیرانی	سرحدیں

۴۔ درج ذیل الفاظ کے متضاد الفاظ لکھیں۔

الفاظ	متضاد
تمازت	گم نام
شہانہ	اول الذکر
قدیم	جدید
متضاد	شہانہ
تمازت	قدیم
شہانہ	اول الذکر
قدیم	جدید

۵۔ درج ذیل الفاظ میں سے مذکر اور مؤنث الفاظ الگ کریں۔

مؤنث	مذکر
زمین	دریا
سڑک	گاؤں
سرائے	قلعہ
شکست	دروازہ
زمین	دریا
سڑک	گاؤں
سرائے	قلعہ
شکست	دروازہ

تشابہ الفاظ:

تشابہ الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو آواز یا شکل و صورت کے لحاظ سے تو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن اعراب، املا یا معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ تشابہ الفاظ کی بالعموم درج ذیل تین صورتیں ہیں:

- (الف) وہ الفاظ جن کا املا ایک جیسا ہو لیکن وہ معنوں کے اعتبار سے مختلف ہوں۔ مثلاً: "ادا" یہ معنی ادا کرنا اور "ادا" یہ معنی طرز یا ڈھنگ۔ "بار" یہ معنی بوجھ اور "بار" یہ معنی دفعہ۔ "عرض" یہ معنی گزارش اور "عرض" یہ معنی چوڑائی۔ "کل" یہ معنی مشین اور "کل" یہ معنی آنے والا یا گزرا ہوا دن۔ "آب" یہ معنی پانی اور "آب" یہ معنی چمک۔ "دور" یہ معنی زمانہ اور "دور" یہ معنی گردش۔ "رقم" یہ معنی روپیہ پسیا اور "رقم" یہ معنی لکھنا۔
- (ب) وہ الفاظ جن کا املا تو ایک جیسا ہو لیکن اعراب کی تبدیلی سے ان کے معنی میں فرق پڑ جاتا ہو۔ مثلاً: ذرا اور ذر۔ ملک اور ملک۔ علم اور علم۔ دور اور دور۔ دھن اور دھن۔ بین اور بین۔ شیر اور شیر۔ بحر اور بحر۔ اعراب اور اعراب۔

(ج) وہ الفاظ جن کی آواز تو بظاہر ایک جیسی ہو لیکن ان کا اُلٹا اور معنی مختلف ہوں۔ مثلاً: رازی، راضی۔ اثر، عصر۔ اصل، غسل۔ باز، بعض۔ چارہ، چار۔ رسد، رصد۔ زن، نزن۔ کسرت، کثرت۔ لعل، لال۔ مامور، معمور۔ حذر، حذر۔ آر، عار۔

۶۔ متشابہ الفاظ میں جزو (الف) اور جزو (ب) کے الفاظ کے معنی ہیں۔

جزو (الف)		جزو (ب)	
الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
ادا	طرز یا ڈھنگ	دور۔ دُور	دروازہ
بار	بوجھ۔ دفعہ	مُلک۔ مُلک	وطن۔ ملکیت
عرض	گزارش	عِلْم۔ عِلْم	جاننا۔ جھنڈا
کل	مشین کا پرزہ	دور۔ دُور	زمانہ۔ فاصلہ
آب	پانی	دھن۔ دُھن	دولت۔ جنون
رقم	پیسہ۔ لکھنا	نِین۔ نِین	بیان۔ باجا
--	--	شیر۔ شیر	میٹھا۔
--	--	اعراب۔ اعراب	

رموزِ اوقاف:

آپ نے رموزِ اوقاف کی چند اہم علامتوں: سکتہ، وقفہ، وقف لازم، تفصیلیہ اور ختمہ کے بارے میں گزشتہ سبق میں پڑھا ہے۔ یہاں باقی ماندہ اہم علامتوں کی وضاحت بیان کی جاتی ہے:

استفہامیہ یا سوالیہ (؟): یہ علامت کسی استفہامیہ یا سوالیہ جملے کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ مثلاً: یہ کیا ہے؟ یہ کتاب کس کی ہے؟ آج کیا تاریخ ہے؟ کون آواز دے رہا ہے؟ وغیرہ۔

ندائیہ (!): یہ علامت دراصل ”لفظ“ ندا کا مخفف ہے اور لفظ ”ندا“ کے الف کے نیچے نون کا نقطہ لگا کر بنائی گئی ہے۔ یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں کسی کو ندا دینا، پکارنا، خطاب کرنا مقصود ہو۔ مثلاً: خدایا! میری آرزو پوری کر دے۔ اے بھائی! ذرا میری بات سنو۔ وغیرہ۔

نفاسیہ (!): جب تحریر میں غصہ، حقارت، تعجب، تمنا، ادب، تعظیم، مذمت، خوف، تحسین و آفرین وغیرہ جذبات کو ظاہر کرنا مقصود ہو تو یہ علامت استعمال کی جاتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بلا اختیار یا خود بخود زبان سے نکل گئے ہیں۔ مثلاً: وہ اور رحم! اس کی اُمید فضول ہے۔ اُف! بے چارہ چل بھی نہیں سکتا۔ وغیرہ۔

واوین (":): اس علامت کا استعمال کسی کا قول من و عن نقل کرتے وقت یا کسی اقتباس کا اندراج کرتے وقت اس قول یا اقتباس کی ابتدا اور اس کے آخر میں کیا جاتا ہے، جس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ واوین کے اندر والی عبارت گفت گو کرنے والے ہی کے الفاظ پر مشتمل ہے۔

مثلاً: باپ نے بیٹے سے کہا: ”بیٹا! محنت کرو، محنت کا پھل ضرور ملے گا۔“

میں نے ملازم سے کہا: ”جاؤ! میرا سامان گاڑی سے نکال لاؤ۔“
توسین (O): اس علامت میں جسے انگریزی میں بریکس کہا جاتا ہے، کسی بات کی وضاحت کے لیے وہ الفاظ لکھے جاتے ہیں جو لفظ

معترضہ یا جملہ معترضہ کے طور پر آتے ہیں اور انھیں حذف کر دینے سے عبارت کے ربط و تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً:
 انور صاحب (مرحوم) سے ہمارے بھی دیرینہ تعلقات تھے۔

میرا گھر (مکان کا وہ حصہ جس میں میری سکونت ہے) خاصا بوسیدہ ہو گیا ہے۔

خط (---): انگریزی زبان میں اس علامت کو ڈیش کہا جاتا ہے۔ جس طرح توسین جملہ معترضہ کو رواں تحریر سے الگ کرتی ہے، اسی

طرح یہ علامت بھی نیم ختمہ کا کام دیتے ہوئے جملہ ختم کیے بغیر اس میں اچانک تبدیلی کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً:
 میں بیمار ہوں۔۔۔۔۔ آپ سے ملنا بھی ضروری تھا۔

اب تو اسی تنخواہ میں۔۔۔۔۔ وہ جتنی بھی ہے۔۔۔۔۔ گزارا کرنا ہوگا۔

۷۔ رموز اوقاف کی علامتوں: استفہامیہ یا سوالیہ، ندائیہ، فجائیہ، واوین، توسین اور خط کی علامتوں کا استعمال کرتے ہوئے ہر

علامت کی دو دو مثالیں مزید دیں۔

جواب: استفہامیہ یا سوالیہ: ؟ وہ کہاں گیا تھا؟
 ندائیہ: ! یا اللہ! مجھے کامیاب کرنا۔

فجائیہ: ! افسوس! میں عید سے پہلے چلا جاؤں گا۔

واوین: ” ” ابا نے کہا: ”ایک اور ایک گیارہ“۔ امی نے کہا: ”پھل کھا لو۔“

توسین: () میرے ابا (مرحوم) میرے اچھے دوست تھے۔

خط: --- کاش میں بیمار نہ ہوتی۔۔۔۔۔ تو آپ سے ملنے ضرور آتی۔

۸۔ درج ذیل حیرا گراف توجہ سے پڑھیں اور آخر میں دیے گئے سوالوں کے جواب تحریر کریں۔

فورٹ منرو، پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان میں واقع ایک حسین پہاڑی مقام ہے جو اپنی قدرتی خوب صورتی اور دل کش مناظر کے باعث

سیاحوں کے لیے ایک پرکشش مقام ہے۔ سطح سمندر سے تقریباً ۶۴۷۰ فٹ بلند یہ مقام موسم گرما میں ٹھنڈی ہوائیں اور سرسبز پہاڑوں کا

دل کش منظر پیش کرتا ہے۔ یہاں کے جنگلات، خوب صورت وادیاں اور چشمے دیکھنے والوں کو مسحور کر دیتے ہیں۔ فورٹ منرو کو تاریخی اہمیت بھی

حاصل ہے کیوں کہ یہ علاقہ ماضی میں برطانوی فوج کے لیے ایک دفاعی چوکی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ یہاں کی مخصوص ثقافت، روایتی طرز

زندگی اور مقامی دست کاریوں کی دکانیں بھی سیاحوں کو اپنی طرف مچھتی ہیں۔ فورٹ منرو کا سفر نہ صرف فطرت سے محبت کرنے والوں کے

لیے ایک خوش گوار تجربہ ہوتا ہے بلکہ وہ لوگ جو سکون اور فطرت کے قریب رہنا چاہتے ہیں ان کے لیے بھی یہ ایک بہترین تفریح مقام ہے۔

سوالات:

(الف) فورٹ منرو کہاں واقع ہے اور اس کی وجہ شہرت کیا ہے؟

جواب: فورٹ منرو پنجاب کے ضلع ڈیرہ غازی خان میں واقع ہے۔ یہ ایک پہاڑی مقام ہے اور اپنی خوب صورتی کی وجہ سے مشہور ہے۔

(ب) فورٹ منرو کا موسم کیسا ہے؟

جواب: فورٹ منرو چوں کہ سطح سمندر سے تقریباً ۶۴ فٹ بلند مقام ہے اس لیے اس کا موسم ٹھنڈا ہے۔

(ج) فورٹ منرو کی تاریخی حیثیت کا پس منظر کیا ہے؟

جواب: ماضی میں یہ علاقہ برطانوی فوج کے لیے ایک دفاعی چوکی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

(د) فورٹ منرو اپنی ثقافت اور دست کاریوں کے حوالے سے کیسی شہرت رکھتا ہے؟

جواب: فورٹ منرو کی مخصوص ثقافت اور روایتی طرز زندگی بھی لوگوں میں مقبول ہے۔ مقامی دست کاریوں کی دکانیں بھی سیاحوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

(ه) اس عبارت کا مناسب عنوان تجویز کریں۔

جواب: فورٹ منرو ایک حسین پہاڑی مقام

سرگرمیاں:

• طلبہ اپنی پسندیدہ سارک (SAARC) کے ممالک کا ایک نقشہ حاصل کریں اور اس میں جرنیلی سڑک (جی ٹی روڈ) کی نشان دہی کریں اور ٹیوٹوریل گروپ میں بتائیں۔

• اس سبق میں جتنی بھی آبادیوں کا تذکرہ ہوا ہے، طلبہ اس کی ایک فہرست بنائیں۔

اشارات تدریس:

- ۱- اساتذہ برصغیر پاک و ہند کا ایک بڑا نقشہ حاصل کریں اور سنار گاؤں (بنگلہ دیش) سے کابل (افغانستان) تک جرنیلی سڑک کی نشان دہی کرائیں۔
- ۲- اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ قدیم زمانے میں اسی شاہراہ کے راستے قافلے گزرا کرتے تھے۔
- ۳- اساتذہ طلبہ کی معلومات میں اضافہ کریں کہ شمال مغرب کی طرف سے جتنے بھی حملہ آور (سوائے محمد بن قاسم کے) ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لیے آئے، وہ اسی شاہراہ کے راستے آئے۔
- ۴- اساتذہ ان تمام بڑے بڑے دریاؤں کے نام سے طلبہ کو آگاہ کریں جو اس شاہراہ کے راستے میں پڑتے ہیں۔

اضافی معروضی سوالات

- (1) اس نصابی سبق کے مصنف کا نام ہے: (الف) سر سید احمد خان (ب) فاروق سرور (ج) رضا علی علی (د) ابن انشا
- (2) مصنف چلا تھا: (الف) لنڈی کوتل سے (ب) کابل سے (ج) قندھار سے (د) پشاور سے ✓
- (3) قلعہ بالا حصار کے پتھر پر نام لکھا ہوا تھا ایک: (الف) صدر کا (ب) شہنشاہ کا (ج) وزیر کا ✓ (د) فقیر کا

- (4) پشاور شہر کے صوبائے خاٹے بند تھے: (الف) ہڑتال کی وجہ سے (ب) رضا کی وجہ سے (ج) طوفان کی وجہ سے (د) جلوسوں کی وجہ سے
- (5) نوشہرہ شہر آباد کیا تھا: (الف) شیر شاہ نے (ب) جہانگیر نے (ج) شاہ جہان نے (د) اکبر نے ✓
- (6) نوشہرہ شہر کے نزدیک پہنچنے کی نشانی تھی: (الف) دریائے راوی (ب) دریائے جہلم (ج) دریائے چناب (د) دریائے کابل ✓
- (7) دریا پار کرنے کے لیے اکبر ملاحوں کو لایا تھا: (الف) بہار سے (ب) بنارس سے ✓ (ج) کنک سے (د) آگرے سے
- (8) غیر ملکی لوگ سامان خرید کر لائے تھے: (الف) نوشہرہ سے (ب) کابل سے (ج) بنارس سے (د) لنڈی کوتل سے ✓
- (9) پنجہ صاحب گرووارہ ہے: (الف) ایک میل (ب) حسن ابدال میں ✓ (ج) ٹیکسلا میں (د) منگلا میں
- (10) مچھلیوں کے ناک میں موتی پروئے تھے: (الف) اکبر بادشاہ نے (ب) بہادر شاہ ظفر نے (ج) جہانگیر بادشاہ نے ✓ (د) تیمور بادشاہ نے
- (11) سرائے کالا مشہور ہے اپنی: (الف) سراؤں کے لیے (ب) گھیلوں کے لیے (ج) کھنڈروں کے لیے (د) کونڈیوں کے لیے ✓
- (12) سرائے کالا کے قریب کھنڈرات ہیں: (الف) نیڈ گاؤں کے (ب) ہڑپہ کے (ج) ٹیکسلا کے ✓ (د) میر گڑھ کے

جواب

(1)	(ج)	(2)	(د)	(3)	(ج)	(4)	(ب)	(5)	(د)	(6)	(د)
(7)	(ب)	(8)	(د)	(9)	(ب)	(10)	(ج)	(11)	(د)	(12)	(ج)

اضافی مختصر سوالات

- (1) رضا علی عابدی کب اور کہاں پیدا ہوئے؟
جواب: رضا علی عابدی ۳۰ نومبر ۱۹۳۵ء کو گاؤں روڑکی، ضلع ہری دوار (اٹرکھنڈ، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔
- (2) رضا علی عابدی کے والد کا تعلق بھارت کے کس مشہور شہر سے تھا؟
جواب: رضا علی عابدی کے والد کا تعلق بھارت کے مشہور شہر لکھنؤ سے تھا۔
- (3) رضا علی عابدی نے باقاعدہ خبرنگاری کب شروع کی؟
جواب: رضا علی عابدی نے طالب علمی کے دور سے ہی خبرنگاری کے فن سے واقف ہو گئے تھے۔

(4) رضاعلی عابدی نے انگریزی خبر کا ترجمہ پہلی مرتبہ کس عمر میں کیا؟

جواب: رضاعلی عابدی صاحب نے ۱۸ سال کی عمر میں پہلی بار انگریزی خبر کا ترجمہ کیا۔

(5) رضاعلی عابدی نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کی رپورٹنگ کس اخبار میں کی؟

جواب: رضاعلی عابدی نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کی رپورٹنگ ”حریت“ اخبار میں کی۔

(6) رضاعلی عابدی، بی بی سی کے ادارے سے کب منسلک ہوئے؟

جواب: رضاعلی عابدی، بی بی سی کے ادارے سے ۱۹۷۲ء کو منسلک ہوئے۔

(7) رضاعلی عابدی کو کون سی زبانوں پر عبور حاصل تھا؟

جواب: رضاعلی عابدی کو اردو، سندھی، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

(8) رضاعلی عابدی کی کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟

جواب: رضاعلی عابدی کی تیس سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

(9) جر نیلی سڑک دو سے کس نام سے زیادہ مشہور ہے؟

جواب: جر نیلی سڑک کا دوسرا مشہور ترین نام بی بی سی ہے۔

(10) جر نیلی سڑک کس نے بنوائی تھی؟

جواب: یہ سڑک شیر شاہ سوری نے بنوائی تھی۔

(11) رضاعلی عابدی نے جر نیلی سڑک کی تاریخ و تہذیب تحقیق میں کتنا عرصہ محنت کی؟

جواب: رضاعلی عابدی نے اس کی تحقیق کے لیے ایک ماہ اس پر گزارا اور سخت محنت سے اس کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں۔

(12) ”لڑی میں پروئے ہوئے منظر سے کیا مراد ہے؟“

جواب: لڑی سے مراد جر نیلی سڑک ہے جو سارے مناظر کو ایک کے بعد دوسرے منظر میں پروتی چلی جاتی ہے۔

(13) مصنف نے اپنا سفر پاکستان کے کس شہر سے شروع کیا؟

جواب: مصنف نے اپنا سفر پاکستان کے تاریخی شہر پشاور سے شروع کیا۔

(14) قلعہ بالا احصار سے نیچے لگے پتھر پر کیا لکھا ہوا تھا؟

جواب: قلعہ بالا احصار کے پتھر پر بڑے حروف میں شاہراہ پاکستان لکھا اور کسی وزیر کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔

(15) نوشہرہ کس نے آباد کیا تھا؟

جواب: مصنف کے مطابق نوشہرہ شاید اکبر نے آباد کیا ہوگا۔ جہاں ایک سرائے تھی جس کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔

(16) ان قلعوں اور سرائوں کی کیا حالت بن چکی ہے؟

جواب: اب وہ تمام قلعے اور سرائیں گزرے ہوئے وقت کے قافلوں کی ڈھول بن چکے ہیں۔

(17) سکھوں نے پشاور پر کب قبضہ کیا تھا؟

جواب: ۱۸۴۳ء کی جنگ میں سکھوں نے پشاور پر قبضہ کیا تھا۔

(18) ۱۸۳۳ء کی جنگ کے آخری معرکے کے بارے میں اس سبق میں کیا ذکر ملتا ہے؟

جواب: آخری معرکے میں سکھوں کی کمان رنجیت سنگھ نے سنبھالی۔ پنجانوں کی طرف سے صرف دو سو یوسف زئی رہ گئے۔ تھوڑی دیر کی لڑائی میں وہ بھی ختم ہو گئے۔

(19) مشہور عالم پانینی کون تھا؟

جواب: پانینی سنسکرت قواعد کا بانی اور قدیم عالم تھا۔ وہ لاہور میں پیدا ہوا تھا۔

(20) گندھارا کا پایہ تخت کہاں واقع تھا؟

جواب: گندھارا کا پایہ تخت ”گاؤں بند“ تھا۔

(21) چنگیز خان کہاں سے واپس مڑا تھا؟

جواب: چنگیز خان بند کے پاس دریا کا پاٹ دیکھ کر واپس مڑ گیا تھا۔

(22) محمود غزنوی نے پنجاب میں کسے شکست دی تھی؟

جواب: محمود غزنوی نے پنجاب کے راجا جے پال کو شکست دی تھی۔

(23) مورخین نے ہندوستان کا دروازہ کسے کہا ہے؟

جواب: مورخین نے ہندوستان کا دروازہ بند کو کہا ہے۔ اس کا پرانا نام اوہند تھا۔

(24) قلعہ انک کس نے بنوایا تھا؟

جواب: قلعہ انک اکبر نے بنوایا تھا۔ اسے انک بنارس بھی کہتے ہیں۔

(25) شیر شاہ سوری کی مملکت کہاں سے کہاں تک پھیلی ہوئی تھی؟

جواب: شیر شاہ سوری کی مملکت پنجاب سے بہار تک پھیلی ہوئی تھی۔

(26) اکبر کس کے نقشے قدم پر چلتا رہا؟

جواب: اکبر شیر شاہ سوری کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ اس کے شروع کیے ہوئے کاموں کو اکبر نے آگے بڑھایا۔

(27) قلعہ انک کے قریب کشتیاں چلانے کے لیے ملاح کہاں سے لائے گئے؟

جواب: کشتیاں چلانے کے لیے ملاح بنارس سے لائے گئے تھے۔

(28) بناری ملاحوں کو شہر میں دیے گئے محلے کا کیا نام تھا؟

جواب: جس محلے میں ملاح رہتے تھے اس کا نام ملاچی ٹولہ پڑ گیا۔ یہ محلہ اب بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

(29) غیر ملکی اشیاء کی خریداری کا مرکز کون سا شہر تھا؟

جواب: غیر ملکی اشیاء کی خریداری کا مرکز لنڈی کوتل شہر تھا۔

(30) مصنف نے کسٹم والوں پر کس طرح طنز کیا ہے؟

جواب: مصنف کے مطابق کسٹم والے صرف چھوٹی موٹی چیزیں لانے والوں کو پکڑتے ہیں۔ بڑے لوگ بڑی آسانی سے بڑی بڑی چیزیں لے کر نکل جاتے ہیں۔

(31) کسٹم والوں نے مصنف کی گاڑی کس وقت روکی تھی؟

جواب: انھوں نے سنی کی گرمی میں دوپہر کے وقت روکی تھی جب کہ مسافر روزے سے ساتھ تھے۔

(32) حسن ابدال کی معروف جگہوں کے نام بتائیں۔

جواب: حسن ابدال میں بہت سی جگہیں ہیں۔ ایک طرف سکھوں کا گردوارہ پنچ صاحب ہے، دوسری طرف بابا ولی قندھاری کی چلہ گاہ، کشمیر کی طرف

جانے والی سڑک پر اکبر کی بیٹی لالہ نارغ کی قبر ہے۔

(33) مشہور قلعہ انک کے معمار کون تھے؟

جواب: مشہور قلعہ انک کے معمار خولجہ شمس الدین خوانی تھے۔

(34) حسن ابدال کی بڑی سی چٹان کے بارے میں سکھوں کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: سکھوں کا عقیدہ ہے کہ اس چٹان کو بابا ولی قندھاری نے پہاڑی سے نیچے کی لڑھکا دیا تھا۔ نیچے سے بابا گرو نانک نے اپنے نیچے سے اسے

روک لیا تھا۔ سکھوں کا عقیدہ ہے کہ اب تک اس پر بابا گرو نانک کے نیچے کا نشان موجود ہے۔

(35) مغلوں کی سب سے بڑی باؤلی کہاں موجود ہے؟

جواب: مغلوں کی سب سے بڑی باؤلی واہ چھاؤنی میں ہے۔

(36) شہر سرائے کالا کی پہچان کیا ہے؟

جواب: شہر سرائے کالا کی پہچان وہاں کی مخصوص کونڈیاں ہیں۔ یہ کالے پتھر کی بنی ہوئی ہیں اور ان کے کناروں پر نیل بوئے بنے ہوتے ہیں۔ ان کو

رکھنے کا انداز بھی بہت نادر ہے۔

(37) اکبر نے مرگہ پہاڑی پر سڑک کیوں بنوائی تھی؟

جواب: اکبر نے یہ سڑک اس لیے بنوائی تھی کہ کابل پر حملے کے وقت بھاری توپیں آسمان سے پہاڑی پر چڑھائی کر سکیں۔

(38) ڈاکٹر اجمل کی گلی کہاں واقع ہے؟

جواب: ڈاکٹر اجمل کی گلی مری روڈ پر کمپنی باغ کے سامنے ہے۔

(39) مصنف نے کیا دعا مانگی ہے؟

جواب: مصنف نے یہ دعا مانگی ہے کہ کھیلے ہوئے بچوں کے ملے ہوئے ہاتھ کبھی نہ چھوئیں۔ ہمسائیگی کے رشتے قائم رہیں۔ یہ گلیاں یوں ہی شاد

رہیں اور ان میں کھیلنے والے بچے یوں ہی ان گلیوں کی رونق بڑھاتے رہیں۔

(40) جرنیلی سڑک کے بارے میں شیر شاہ سوری کے کارنامے بیان کریں۔

جواب: شیر شاہ سوری نے جرنیلی سڑک تعمیر کروائی جو کابل سے بنگلہ دیش تک جاتی تھی۔ اس کی لمبائی 3600 کلومیٹر تھی۔ اس پر جگہ جگہ سرائے، لنگر

خانے اور مسجدیں تعمیر کی گئی تھیں۔

(41) وادی پشاور کے بارے میں مصنف نے کن خیالات کا اظہار کیا ہے؟

جواب: مصنف کے مطابق وادی پشاور بہت سبز تھی۔ بار بار لشکروں کے روندے جانے کے باوجود اس کی زمین ہری بھری ہے۔ بحر حال اس میں

موجود سرائے اور قلعے وقت کی دھول میں گم ہو گئے ہیں۔

(42) لنڈی کوتل شہر کیوں مشہور ہے؟

جواب: لنڈی کوتل سے چونکہ غیر ملکی کپڑا، بلیڈ، صابن اور سگریٹ آسانی سے مل جاتے تھے۔